

مظہر فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رسل

قبلہ آلِ نبی کعبۂ ایجادِ یقین

ہو وہ سرمایۂ ایجادِ جہاں گرمِ خرام

ہر کفِ خاک ہے واں گردۂ تصویرِ زمیں

جلوہ پرواز ہو نقشِ قدم اس کا جس جا

وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی ایں

نسبتِ نام سے اس کی ہے یہ رتبہ کہ رہے

ابد اُپشتِ فلک خم شدہ نازِ زمیں

فیضِ خلق اس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سرا

بوٹے گل سے نفسِ باد صبا عطر آگین

بُرشِ تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چرچا

قطع ہو جائے نہ سرِ رشتہٗ ایجاد کہیں

کفر سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے

رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بت خانہ چیں

جاں پناہ! دل و جہاں فیضِ رسانی! شاہ!

وصیٰ ختمِ رسالت سے یہ فتنہ اٹھے یقین

میں پہچانا گیا،

شعر میں ہی مضمون

باندھا گیا ہے۔

مولانا طباطبائی

فرماتے ہیں: تصوف

کا ایک مسئلہ بھی

ہے کہ حقائقِ ممکنات

کو ذاتِ واجب

الوجود سے وہی

تعلق ہے، جو

آفتاب کو اجسام

سے ہے۔ ہر جسم

میں جیسی قابلیت

ہوتی ہے، اسی

کے مطابق آفتاب

کا نور اس میں

پہنچتا اور منعکس ہوتا

ہے۔ مثلاً سیاہ

پتھر میں نور کا فیضان

بہت کم پہنچتا ہے

اور آئینے میں پورا

آفتاب اُتر آتا

ہے۔ اسی طرح